نہج البلاغہ کی روشنی میں

احادیث کے اختلاف کے اسباب اور راویوں کی اقسام

سید رمیز الحسن موسوی[1]
srhm2000@yahoo.com

کلیدی کلمات: اختلافِ حدیث، ناسخ و منسوخ، مطلق و مقید، متعارض احادیث، صحابہ کرام، منافق۔

خلاصہ

نہج البلاغہ میں جہاں اسلامی تعلیمات کے مختلف موضوعات پر امام علی علیہ السلام کے خطبات کو جمع کیا گیا ہے، وہاں اس میں علمِ حدیث کے بارے بھی میں آپؑ کے کئی ارشادات بیان ہوئے ہیں۔اس مقالے میں حدیثِ نبویؐ کی اقسام اور احادیث میں اختلاف کے حوالے سے امیر المؤمنینؑ کے کلام کی روشنی میں چند مطالب پیش کیے گئے ہیں۔ نہج البلاغہ کے مطابق لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، ناسخ اور منسوخ،عام اور خاص،واضح اور مبہم، صحیح اور غلط سب احادیث موجود ہیں۔

آپؑ کے مطابق خود آنحضرتؐ کے دور میں آپ کی طرف جھوٹی نسبتیں دی گئیں یہاں تک کہ آپ کو خطبہ دیناپڑا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔لہٰذا امام علیؑ کے نزدیک حدیث کے راویوں کی چار اقسام ہیں: یعنی منافق، خطاکار، شبہات میں مبتلا (شکوک و شبہات پیدا کرنے والے) اور سچے اور حدیث کے محافظ راوی جو فرامینِ نبویؐ کو پیش کرنے میں کسی قسم کی غلطی نہیں کرتے اور سرمایۂ حدیث کی مکمل حفاظت کرتے ہیں۔

نہج البلاغہ امام علی علیہ السلام کے خطبات کا مجموعہ ہے ،جس میں مختلف دینی ،تاریخی اور اسلامی معارف سے متعلق عناوین کے تحت امام علیہ السلام کے خطبات کو جمع کیا گیا ہے۔ نہج البلاغہ کی تالیف کا مقصد تو امام علیہ السلام کے کلام میں سے فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اعلیٰ ترین کلام کو جمع کرنا تھا اور سید رضی رحمۃاللہ علیہ نے ادبی فصاحت و بلاغت کو ہی مد نظر رکھ کے خطبات علیؑ کاانتخاب کیا ہے۔ لیکن یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ یہ بابِ علم نبیؐ کا کلام ہے جو فصاحت و بلاغت کے علاوہ دینی معارف وعلوم کاایک عظیم الشان مجموعہ بھی ہے۔جس میں جملہ علوم ومعارف کے علاوہ علم حدیث کے بارے بھی میں امام علیہ السلام نے بہت ہی اہم نکات ذکر فرمائے ہیں۔اس مقالے میں حدیث نبیؐ کی اقسام اور احادیث میں اختلاف کے حوالے سے کلام امیر المؤمنینؑ کی روشنی میں چند نمایاں عناوین کو پیش کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

حدیث کے بارے میں عام لوگوں کا رویہ

نہج البلاغہ کے خطبہ ۲۰۸ میں مولا علی علیہ السلام نے سلیم ابن قیس ہلالیؓ جو امیر المومنین علیہ السلام کے رواۃ حدیث میں سے ہیں، (1) کے سوال کے جواب میں اختلافِ احادیث کے وجوہ و اسباب اور رواۃِ حدیث کے اقسام کی وضاحت کی ہے۔جب سلیم ابن قیس ہلالیؓ نے آپ سے من گھڑت اور متعارض حدیثوں کے متعلق دریافت کیا جو (عام طور سے) لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہیں، تو آپؑ نے فرمایا:

1۔ محقق،مدیر سہ ماہی مجلّہ نور معرفت،اسلام آباد۔

"إِنَّ فِي أَيْدِي النَّاسِ حَقّاً وَبَاطِلاً، وَصِدْقاً وَكَذِباً، وَنَاسِخاً وَمَنْسُوخاً، وَعَامّاً وَخَاصّاً، وَمُحْكَماً وَمُتَشَابِهاً، وَحِفْظاً وَوَهْماً، وَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللهِ(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) عَلَى عَهْدِهِ، حَتَّى قَامَ خَطِيباً، فَقَالَ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ "

یعنی: لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبہم، صحیح اور غلط سبھی کچھ ہے، خود رسول صلیٰ اللہ علیہ والہ وسلم کے دور میں آپ پر بہتان لگائے گئے یہاں تک کہ آپ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔(2)

اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی جھوٹی روایتیں گھڑ کر آپؐ سے منسوب کر دی جاتی رہی ہیں اور یونہی یہ سلسلہ جاری رہا اور نت نئی روایتیں معرض وجود میں آتی رہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت نہیں، بلکہ مناظرانہ ضرورت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ علم الہدیٰ سیّد مرتضی کو علمائے اہل سنت سے مناظرہ کا اتفاق ہوا۔ تو سیّد مرتضی نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ اکابر صحابہ کے فضائل میں جو روایتیں نقل کی جاتی ہیں وہ خود ساختہ اور جعلی ہیں۔ اس پر ان علماء نے اعتراض کیا کہ کوئی کیسے رسول اللہ ﷺ پر افتراء باندھنے کی جرات کر سکتا ہے اور اپنی طرف سے کوئی روایت گھڑ کر ان کی طرف منسوب کرنے کی جرائت کرتا ہے۔ سیّد مرتضی نے اس اعتراض کے جواب میں رسولؐ کی یہ حدیث پیش کی:

"میرے بعد مجھ پر کثرت سے جھوٹ باندھا جائے گا۔ دیکھو! جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

درج بالا حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ پیغمبر پر جھوٹ باندھا گیا اور اگر یہ حدیث غلط ہو تو یہ بذات خود ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔ احادیث گھڑنے والے وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا اور یہ لوگ دین میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے من گھڑت روایتیں بناتے رہتے تھے۔ یہ منافقین پیغمبر ﷺ کے زمانے میں بظاہر مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے مگر اندرونی طور پر فساد و تخریب کاری کے درپے رہتے تھے۔ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد بھی ان کی یہ روش جاری رہی، بلکہ ان کی منافقانہ سرگرمیوں میں تیزی آئی، کیونکہ اب ان کو یہ خوف نہیں تھا کہ کہیں بے نقاب ہو کر رسوانہ ہو جائیں۔ یہ لوگ بے جھجک اپنے ذاتی مفاد و اغراض کے لئے پیغمبر ﷺ پر افتراء باندھتے تھے اور سننے والے انہیں صحابی رسول سمجھ کر ان کی ہر بات کو حدیثِ رسول کے طور پر قبول کرتے تھے۔ " الصحابة کلھم عدول" (صحابہ سب کے سب عادل ہیں) کے عقیدہ نے لوگوں کی زبانوں پر پہرا بٹھا دیا، جس کی وجہ سے نقد و نظر اور جرح و تعدیل سے انہیں بلند و بالا سمجھ لیا گیا اور پھر ان کے کارہائے نمایاں نے انہیں حکومتی ایوانوں میں بھی مقرب بنا رکھا تھا، جیسا کہ امیر المومنینؑ نے اشارہ فرمایا ہے:

"ان لوگوں نے کذب و بہتان کے ذریعے گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلّط کر دیا۔"(3)

راویان حدیث کی چار اقسام

امام علیہ السلام سب سے پہلے حدیث کے راویوں کی اقسام ذکر کرتے ہیں: " وَإِنَّمَا أَتَاكَ بِالْحَدِيثِ أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ " یعنی: تمہارے پاس چار طرح کے لوگ حدیث لانے والے ہیں کہ جن کا پانچواں نہیں۔

۱۔ منافق راوی (المنافقون)

امام علیؑ حدیث کے راویوں کی اقسام میں سے پہلی قسم کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلإِيمَانِ، مُتَصَنِّعٌ بِالإِسْلاَمِ، لاَيَتَأَثَّم وَلاَيَتَحَرَّجُ، يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ(صلی اللہ علیہ و آلہ)مُتَعَمِّداً، فَلَوْعَلِمَ النَّاسُ أَنَّهُ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ، وَلَمْ يُصَدِّقُوا قَوْلَهُ، وَلكِنَّهُمْ قَالُوا: صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ(صلی اللہ علیہ و آلہ) رَآهُ، وَسَمِعَ مِنْهُ، وَلَقِفَ عَنْهُ، فَيَأْخُذُونَ بِقَوْلِهِ، وَقَدْ أَخْبَرَكَ اللهُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ بِمَا أَخْبَرَكَ، وَوَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهِ لَكَ، ثُمَّ بَقُوا بَعْدَهُ(علیہ السلام)، فَتَقَرَّبُوا إِلَى أَئِمَّةِ الضَّلاَلَةِ، وَالدُّعَاةِ إِلَى النَّارِ بِالزُّورِ وَالْبُهْتَانِ، فَوَلَّوْهُمُ الأَعْمَالَ، وَجَعَلُوهُمْ عَلَى رِقَابِ النَّاسِ، وَأَكَلُوا بِهِمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوكِ وَالدُّنْيَا، إِلاَّ مَنْ عَصَمَ اللهُ، فَهذَا أَحَدُ الأَرْبَعَةِ ''۔

یعنی: ایک تو وہ جس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ وہ ایمان کی نمائش کرتا ہے اور مسلمانوں کی سی وضع قطعہ بنالیتا ہے۔نہ گناہ کرنے سے گھبراتا ہے اور نہ کسی افتاد میں پڑنے سے جھجکتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اگر لوگوں کو پتا چل جاتا کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے، تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول کرتے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کرتے۔ لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے، اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا بھی ہے اور ان سے حدیثیں بھی سنیں ہیں اور آپ ﷺ سے تحصیل علم بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ (بے سوچے سمجھے) اس بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اور ان کے رنگ ڈھنگ سے بھی تمہیں آگاہ کر دیا ہے پھر ایسے لوگ رسول ﷺ کے بعد بھی باقی و برقرار رہے اور کذب اور بہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوہ دینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگا یا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلّط کر دیا اور ان کے ذریعہ سے اچھی طرح دنیا کو حلق میں اتارا اور لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے ہی کہ وہ بادشاہوں اور دنیا (والوں) کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ مگر سوا ان (محدودے چند افراد کے) جنہیں اللہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

ان جملوں کی شرح میں علامہ مفتی جعفر حسینؒ لکھتے ہیں: '' منافقین کا مقصد اسلام کی تخریب کے ساتھ دنیا کا حاصل کرنا بھی تھا اور وہ انہیں مدعی اسلام بنے رہنے کی وجہ سے پوری افراوانی حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کی نقاب اتار کر اپنے اصلی خط و خال میں سامنے آنا نہیں چاہتے تھے اور اسلام ہی کے پردے میں اپنے شیطانی اطوار کو جاری رکھتے تھے اور اس کی بنیادی تخریب کے لئے روایات وضع کرکے انتشار پھیلانے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن الحدید نے لکھا ہے:

> ''جب انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے بھی بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا اور جب ان سے خاموشی اختیار کر لی گئی تو انہوں نے بھی اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں چپ سادھ لی۔ مگر درپردہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے۔ جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیر المومنینؑ نے اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کر دی گئی تھی اور یہ فاسد عقیدہ رکھنے والوں کے ذریعہ سے گمراہی پھیلاتے۔ دلوں میں خدشے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے اور بعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے ان کی دنیاوی اغراض وابستہ ہوتی تھی۔'' (4)

امام علیؑ کی شہادت کے بعد جب حکومتِ شام کو سیاسی عروج حاصل ہوا تو اس نے جعلی روایتیں گھڑنے کا باقاعدہ ایک محکمہ کھول دیا اور اپنے کارندوں کو اس پر مامور کیا کہ وہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کی تنقیص اور بنی امیہ کے فضائل میں حدیثیں گھڑ کر نشر کریں اور اس کے لئے انعامات اور جاگیریں مقرر کیں۔ جس کے نتیجہ میں کثیر التعداد خود ساختہ فضائل کی روایتیں کتبِ احادیث میں پھیل گئیں۔ چنانچہ ابوالحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں تحریر کیا ہے اور (جس سے نقل کرتے ہوئے) ابن الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں اس زمانے کے حالات میں روایت سازی کے بہت سے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (5)

۲۔خطاکار (الخاطئون)

حدیث کے رایوں کی دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو خطاکار ہیں اور جان بوجھ کر غلط حدیث بیان نہیں کرتے۔ چنانچہ مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

" وَ رَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ شَيْئاً لَمْ يَحْفَظْهُ عَلَى وَجْهِهِ فَوَهِمَ فِيهِ وَ لَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِباً فَهُوَ فِي يَدَيْهِ يَرْوِيهِ وَ يَعْمَلُ بِهِ وَ يَقُولُ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ وَهِمَ فِيهِ لَمْ يَقْبَلُوهُ مِنْهُ وَ لَوْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ كَذَلِكَ لَرَفَضَهُ "

یعنی: "چار میں سے ایک تو یہ ہوا۔ اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے (تھوڑا بہت) رسول اللہؐ سے سنا، لیکن جوں کا توں اسے یاد نہ رکھ سکا اور اس میں اسے سہو ہوگیا۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا۔ جو کچھ اس کے دسترس میں ہے اسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اور اسی پر خود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اس کی یادداشت میں بھول چوک ہو گئی ہے تو وہ اس کی بات کو نہ مانتے اور اگر خود بھی اسے اس کا علم ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا۔"

اس کی مثال بیان کرتے ہوئے مفتی جعفر حسین مرحوم لکھتے ہیں : " دوسری قسم کے رواۃ وہ ہیں جو موقع محل کو سمجھے بغیر جو الٹا سیدھا انہیں یاد رہ جاتا تھا وہ روایت کر دیتے تھے۔ چنانچہ " صحیح بخاری باب البکاء علی المیت " میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو صہیبؓ روتے ہوئے ان کے ہاں آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ :اے صہیب ! تم مجھ پر روتے ہو، حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے میّت پر عذاب ہوتا ہے۔

جب حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ خدا عمر پر رحم کرے! رسول اللہ نے تو ایسا نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے مومن کی میت پر عذاب ہوتا ہے۔ البتہ یہ فرمایا تھا کہ کافر کی میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد ام المومنین نے فرمایا کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ " لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ " (ایک کا بار دوسرا نہیں اٹھاتا) تو یہاں رونے والوں کا بار میت کیسے اٹھائے گی۔ پھر حضرت عائشہ سے یہ حدیث درج ہے کہ جس سے پہلی حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے: "کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی عورت کی طرف سے ہو کر گزرے کہ جس پر اس کے گھر والے تو رو رہے ہیں اور وہ قبر میں مبتلائے عذاب ہے"۔(6)

۳۔شبہ میں مبتلا راوی (أهل الشبهة)

تیسری قسم شبہات میں پڑ جانے اور روایات کو بھول جانے والے راویوں کی ہے جو حدیث کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں شبہات و شکوک پیدا کرتے ہیں :

" وَ رَجُلٌ ثَالِثٌ، سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ (صلی اللہ علیہ و آلہ) شَيْئاً يَأْمُرُ بِهِ، ثُمَّ نَهَى عَنْهُ وَ هُوَ لا يَعْلَمُ، أَوْ سَمِعَهُ يَنْهَى عَنْ شَيْءٍ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ وَ هُوَ لا يَعْلَمُ، فَحَفِظَ الْمَنْسُوخَ، وَ لَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ، فَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضَهُ، وَ لَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ إِذْ سَمِعُوهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضُوهُ "

یعنی: تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنا آپؐ نے ایک چیز کے بجالانے کا حکم دیا ہے، پھر پیغمبر ﷺ نے تو اس سے روک دیا۔ لیکن یہ اسے معلوم نہ ہو سکا۔ یا یوں کہ اس نے پیغمبرؐ کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سنا پھر آپؐ نے اس کی اجازت دے دی، لیکن اس کے علم میں یہ چیز نہ آسکی اس نے (قول) منسوخ کو یاد رکھا اور (حدیث) ناسخ کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اگر اسے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ منسوخ ہے تو وہ اسے چھوڑ دیتا اور مسلمانوں کو بھی اس کے منسوخ ہو جانے کی خبر ہوتی تو وہ بھی اسے نظر انداز کر دیتے۔

حدیث کے راویوں کے اس گروہ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مفتی جعفر حسین لکھتے ہیں: " تیسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جنھوں نے پیغمبرؐ سے حدیث منسوخ کو سنا مگر اس کی ناسخ کو حدیث کے سننے کا ان کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ اسے بیان کرتے یا اس پر عمل کرتے۔ حدیث ناسخ کی مثال پیغمبرؐ کا یہ ارشاد ہے کہ جس میں حدیثِ منسوخ کی طرف بھی اشارہ ہے " نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها" (میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم زیارت کر سکتے ہو)۔ اس میں زیارتِ قبور کی نہی کو اذنِ زیارتِ قبور سے منسوخ کر دیا ہے۔ پس جن لوگوں نے صرف حدیث منسوخ کو سن رکھا تھا وہ اسی پر عمل پیرا رہے۔ " (7)

۴۔ سچے اور محافظِ حدیث روای (الصادقون الحافظون)

حدیث کے رایوں کی آخری قسم اُن سچے محافظینِ حدیث کی ہے کہ جو فرامینِ نبویؐ کو پیش کرنے میں کسی قسم کی غلطی نہیں کرتے اور حدیث کے سرمائے کی پوری طرح حفاظت کرتے ہیں:

" وَ آخَرُ رَابِعٌ لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللهِ وَ لَا عَلَى رَسُولِهِ مُبْغِضٌ لِلْكَذِبِ خَوْفاً مِنَ اللهِ وَ تَعْظِيماً لِرَسُولِ اللهِ۔ صلی اللہ علیہ و الہ۔ وَ لَمْ يَهِمْ بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلَى وَجْهِهِ فَجَاءَ بِهِ عَلَى مَا سَمِعَهُ لَمْ يَزِدْ فِيهِ وَ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ فَحَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهِ وَ حَفِظَ الْمَنْسُوخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ وَ عَرَفَ الْخَاصَّ وَ الْعَامَّ فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعَهُ وَ عَرَفَ الْمُتَشَابِهَ وَ مُحْكَمَهُ وَ قَدْ كَانَ يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ۔ صلی اللہ علیہ و الہ۔ الْكَلَامُ لَهُ وَجْهَانِ فَكَلَامٌ خَاصٌّ وَ كَلَامٌ عَامٌّ فَيَسْمَعُهُ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنَى اللهُ سُبْحَانَهُ بِهِ وَ لَا مَا عَنَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ و الہ فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ وَ يُوَجِّهُهُ عَلَى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ وَ مَا قُصِدَ بِهِ وَ مَا خَرَجَ مِنْ أَجْلِهِ وَ لَيْسَ كُلُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ۔ صلی اللہ علیہ و الہ۔ كَانَ يَسْأَلُهُ وَ يَسْتَفْهِمُهُ حَتَّى إِنْ كَانُوا لَيُحِبُّونَ أَنْ يَجِيءَ الْأَعْرَابِيُّ أَوِ الطَّارِئُ فَيَسْأَلَهُ) علیہ السلام (حَتَّى يَسْمَعُوا وَ كَانَ لَا يَمُرُّ بِي مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ إِلَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَ حَفِظْتُهُ فَهَذِهِ وُجُوهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ وَ عِلَلِهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ "

یعنی: اور چوتھا شخص وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ نہیں باندھتا۔ وہ خوفِ خدا اور عظمتِ رسول اللہؐ کے پیش نظر کذب سے نفرت کرتا ہے، اس کی یاد داشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی، بلکہ جس طرح سنا اسی طرح اسے یاد رکھا اور اسی طرح اسے بیان کیا اور نہ اس میں کچھ بڑھایا نہ اس میں سے کچھ گھٹایا۔ حدیث ناسخ کو یاد رکھا، تو اس پر عمل بھی کیا، حدیثِ منسوخ کو بھی اپنی نظر میں رکھا۔ اور اس سے اجتناب برتا، وہ اس حدیث کو بھی جانتا ہے جس کا دائرہ محدود اور اسے بھی جو ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث کو اس کے محل و مقام پر رکھتا ہے، اور یوں ہی واضح اور مبہم حدیثوں کو پہچانتا ہے۔

کبھی رسول ﷺ کے کلام کے دو رخ ہوتے تھے۔ آپؐ کے کچھ فرمودات کسی وقت یا افراد سے مخصوص ہوتے تھے اور کچھ تمام اوقات اور تمام افراد کو شامل ہوتے تھے۔ مزید برایں، آپؐ کے ارشادات ایسے افراد بھی سن لیا کرتے تھے کہ جو سمجھ ہی نہ سکتے تھے اور یوں کلام میں مضمر حقیقی معنی و مقصود سے نابلد رہتے تھے۔ اور اصحاب پیغمبرؐ میں ایسے بھی لوگ تھے جو آپؐ سے سوال کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے اور ان کی آرزو ہوتی تھی کہ کوئی صحرائی بدو یا پردیسی آجائے اور وہ آپؐ سے کچھ پوچھے تو یہ بھی سن لیں۔ مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی۔ مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اسے یاد رکھتا تھا۔ یہ ہیں لوگوں کی احادیث و روایات میں اختلاف کی وجوہ و اسباب "۔ (8)

امام علی علیہ السلام کے اس فرمان کے مطابق راویوں کی چوتھی قسم وہ ہے جو عدالت سے آراستہ، فہم و ذکا کے مالک، حدیث کے مورد و محل سے آگاہ، ناسخ و منسوخ، خاص و عام، مقید و مطلق سے واقف، کذب و افتراء سے کنارہ کش ہوتے تھے، جو وہ سنتے تھے ان کے حافظہ میں محفوظ رہتا تھا اور اسے صحیح صحیح

دوسروں تک پہنچادیتے تھے۔انہی کی بیان کردہ احادیث اسلام کا سرمایہ، غل وغش سے پاک اور قابل اعتماد و عمل ہیں۔ خصوصاًوہ سرمایہ احادیث جو امیر المومنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہااور قطع و برید اور تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔کاش کہ دنیا علم کے ان سرچشموں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض حاصل کرتی !مگر تاریخ کا یہ افسوس ناک باب ہے کہ خوارج و معاندین آلِ محمدؐ سے تو حدیث لی جاتی ہیں مگر جہاں سلسلہ روایت میں اہل بیتؑ کی کسی فرد کا نام آجاتا ہے تو قلم رک جاتا ہے۔ چہرے پر شکن پڑ جاتے ہیں اور تیور بدل جاتے ہیں۔(9)

*****

حوالہ جات

1 ۔ مفتی جعفر حسین ترجمہ وشرح نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۸،ادارۂ نشر معارف اسلامی لاہور
2 ۔ سید رضی، نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۸، نسخہ ابی الحدید، خطبہ ۲۰۳
3 ۔ مفتی جعفر حسین ترجمہ وشرح نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۸، ادارۂ نشر معارف اسلامی لاہور
4 ۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱۱، ص۴۱، بیروت، داراحیاء التراث العربی، اطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۶۷ء
5 ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شرح ابن ابی الحدید ج۱۱، ص۴۱تا۵۰، بیروت، داراحیاء التراث العربی، اطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۶۷ء
6 ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: صحیح بخاری، ترجمہ مولانا محمد داؤد راز، ج۲، ص ۳۴۵تا۳۴۶، مطبوعہ مرکز اہل حدیث، ہند، ۲۰۰۴ء
7 ۔ مفتی جعفر حسین، ترجمہ نہج البلاغہ، ص ۵۸۴، ادارۂ نشر معارف اسلامی لاہور
8 ۔ مفتی جعفر حسین، ترجمہ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۰۸، ادارۂ نشر معارف اسلامی لاہور
9 ۔ مفتی جعفر حسین، ترجمہ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۰۸، ادارۂ نشر معارف اسلامی لاہور